© rasailojaraid.com

پروفیسر محمد اسلم صاحب

بھارت کا تازہ سفرنامہ

بریلی ۔ بدایوں ۔ شاہجہانپور

رام پور کے متعدد احباب مجھے الوداع کہنے ریلوے اسٹیشن تک آئے اور ان کے اصرار پر اسٹیشن سے قریب ایک مقام پر قدرے قیام رہا ۔ رام پور سے میں نے بریلی کا ٹکٹ خریدا اور میں تقریباً ایک گھنٹے میں وہاں پہنچ گیا ۔ پہلے وقتوں میں بریلی روہیل کھنڈ کا صدر مقام تھا ۔ اور اٹھارھویں صدی میں حافظ الملک حافظ رحمت خان کی وجہ سے اُسے بڑی شہرت ملی ۔ ان دنوں وہاں یونیورسٹی بھی بن گئی ہے جو "یونیورسٹی آف روہیل کھنڈ" کے نام سے موسوم ہے ۔

ریلوے اسٹیشن سے چند قدم کے فاصلے پر بریلی ہوٹل اور سول اینڈ ملٹری ہوٹل کے نام سے دو بڑے اچھے ہوٹل ہیں ۔ میں نے اس بار بریلی ہوٹل میں قیام کیا اور نہا دھو کر سیر و تفریح کے لئے نکلا ۔ ہوٹل سے قریب ہی ایک مسجد تھی جہاں میں نے مغرب کی نماز قدرے تاخیر سے ادا کی ۔ یہ مسجد بریلویوں کی تھی اور وہاں ایک بورڈ نصب تھا جس پر یہ عبارت مرقوم تھی کہ یہاں دھنگا فساد اور مذہبی بحث کرنے والا نتائج کا خود ذمہ دار ہوگا ۔

مسجد کے صحن میں چند آدمی بیٹھے ہوئے تھے ۔ جب میں نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو ایک شخص نے مجھے ٹوکا اور کہا کہ میں اپنی گھڑی اتار لوں کیونکہ کلائی کے ساتھ گھڑی باندھنے سے نماز نہیں ہوتی ۔ میں نے اس کی سنی اَن سنی ایک کر دی اور نماز ادا کر کے مسجد سے باہر آیا ۔ قریب ہی ایک مسلمان کا ریسٹوران تھا ۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اس سے مولوی احمد رضا خان کے مزار کا اَتہ پتہ پوچھا ۔ ڈرنے کی بات یہ تھی کہ اگر میں مولوی صاحب کے لئے لمبے چوڑے القاب استعمال کرتا اور وہ کوئی غیر بریلوی ہوتا تو میں مشکل میں پھنس جاتا ۔ اور اگر میں ان کا ذکر عام الفاظ میں کرتا اور میرا مخاطب بریلوی ہوتا تو مجھے جان بچانی مشکل ہو جاتی ۔

بہر حال اس بھلے آدمی نے مجھے ان کے مزار کا اتہ پتہ بتایا تو میں نے اس سے کہا کہ وہ کسی رکشا والے کو سمجھا دے اور وہ مجھے وہاں پہنچا دے ۔ اس نے فوراً ایک رکشا والے کو بلایا اور اس سے کہا ۔ "یہ بڑے مولوی صاحب کے ہاں جا رہے ہیں ۔ انہیں وہاں تک لے جاؤ ۔ اور خبردار ایک روپیہ پچیس پیسے سے زیادہ کرایہ وصول نہ کرنا ۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولوی احمد رضا خان کے مزار تک جانے کے لئے پرانے شہر کے اندر پُرپیچ اور تنگ گلیوں میں سے گزر کر جانا ہوتا ہے۔ راستے میں ایک چھوٹا سا بازار پڑتا ہے جسے بجریا کہتے ہیں۔ اس بازار کی دکانوں اور مکانوں کی ساخت دیکھ کر یہ خیال آتا ہے کہ کسی وقت یہ بریلی کا بازار حسن ہوگا۔ بجریہ سے گزر کر سوداگری محلے میں جا پہنچتے ہیں یہی محلہ مولوی صاحب کی سرگرمیوں، الزام تراشیوں، فتوے بازیوں اور تکفیری اشتہارات کا مرکز تھا۔

سوداگری محلے کی ایک گلی کے موڑ پر ایک معمولی سے مکان کے باہر ایک بورڈ لگا ہوا تھا جس پر "جامعہ رضویہ مظہر اسلام مہتمم ریحان رضا خان" لکھا ہوا تھا۔ اس جامعہ میں گنتی کے چار پانچ کمرے ہوں گے۔ جامعہ سے چند قدم کے فاصلہ پر ایک تکونی مسقف مسجد ہے جس کا صحن نہیں ہے کیونکہ اتنی گنجان آبادی میں بڑی مسجد تعمیر کرنی ممکن ہی نہیں تھی۔ اس مسجد سے قریب ہی ایک مکان کے اندر "اعلیحضرت فاضل بریلوی" کا مزار ہے۔ اس مکان کے دروازے پر یہ مصرع کندہ ہے۔

بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ہست

دروازے پر ایک سبز رنگ کا پردہ لٹک رہا تھا۔ میں پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا۔ اس کمرے میں کئی قبریں ہیں مولوی احمد رضا خان کی قبر وسط میں تھی اور اس کے گرد ایک غلام گردش بنا ہوا ہے جسے ان کے معتقدین مطاف کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اسی کمرے میں مولوی صاحب کے فرزند حامد رضا خان کی بھی قبر ہے اور ان کے لوح مزار پر ان کے نام کے ساتھ "قامع بدعت محیٔ سنّت" کا پُر فریب لقب بھی کندہ تھا۔ لوح مزار کی عبارت پڑھ کر مجھے بے ساختہ ہنسی آئی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس وقت وہاں کوئی بریلوی نہ تھا ورنہ میری شامت آجاتی۔ کیونکہ ایسے موقعوں پر "حصول دَصیہ" جانے میں یہ حضرات بڑے دلیر واقع ہوئے ہیں۔ اسی کمرے میں جیلانی میاں اور حسنین رضا کی بھی قبریں ہیں۔ ایک قبر اعلیٰ حضرت کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ کی بھی ہے۔

میں "دربار رضائیہ" سے باہر نکلا تو میری نظر ایک لمبے چوڑے بورڈ پر پڑی۔ اس پر "اعلیحضرت ایک نظر میں" کے عنوان سے ولادت سے لے کر وفات تک ان کے حالات زندگی لکھے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب کا رہائشی مکان "دیار رضا" بھی قریب ہی ہے۔ اس کے دروازے پر "ادارۂ تصنیفات رضا بریلی" کا بورڈ بھی آویزاں تھا۔

میری خواہش پر ایک بریلوی مجھے مولوی احمد رضا خان کے مزار کی بالائی منزل پر لے گیا۔ وہاں بھی قبروں کے نشان تھے اور تیسری منزل پر چھوٹا سا فانوس دار گنبد بنا ہوا تھا۔ مزار سے ملحقہ عمارت "رضوی افریقی دارالاقامہ" کے نام سے موسوم ہے۔ وہاں غالباً جامعہ مظہر اسلام کے طلبہ رہتے ہیں۔ مولوی صاحب نے فتاویٰ افریقیہ کے نام سے ایک مجموعۂ فتاویٰ چھاپا تھا۔ جس میں ادھر اُدھر تکفیر کے تیر چلائے ہوئے ہیں۔ شاید اس دارالاقامۃ کا نام بھی اسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مناسبت سے رکھا گیا ہو۔

میں نے یہ عمارات دیکھنے کے بعد حکیم محمد موسیٰ امرتسری اسیکرٹری مجلس رضا پاکستان کو خط لکھا کہ آپ لوگوں نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

مولوی احمد رضا خاں کے مزار سے اندازاً ڈیڑھ دو فرلانگ کے فاصلہ پر چشتیہ نظامیہ سلسلہ کے نامور بزرگ شاہ نیاز احمد بریلوی کی خانقاہ ہے۔ وہاں شاہ صاحب کو ان کے نام سے کوئی نہیں جانتا۔ عوام انہیں قطب صاحب کے لقب سے جانتے ہیں۔ میں پرپیچ گلیوں میں سے گذرتا ہوا خانقاہ نیازیہ پہنچا۔ اس روز وہاں حضرت محمد تقی کا عرس ہو رہا تھا۔ سماع خانہ کی پیشانی پر "قصر عالی خانقاہ نیازیہ" درج ہے۔ یہ جان کر مجھے حیرت ہوئی کہ درگاہ کے احاطے میں مسجد نہیں ہے۔ میں نے ایک شخص سے اس کا گلہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ اس محلے میں مسجد ہے جس نے نماز ادا کرنی ہوتی ہے وہ وہاں چلا جاتا ہے۔

درگاہ کے احاطے میں ایک پُرتکلف اور خوبصورت دالان میں حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی۔ شاہ محی الدین احمد شاہ نظام الدین اور شاہ محمد تقی کے مزارات ہیں۔ دالان کے اوپر سنگ مرمر کے تین خوشنما قاش دار گنبد بنے ہوئے ہیں جو قابل دید ہیں۔ درگاہ کے صحن میں جعفر میاں، مہدی میاں اور حسن میاں کی قبریں ہیں۔ حسن میاں کی قبر کو اُن کے معتقدین سجدے کر رہے تھے اور ایک شخص قبر کو لوبان کی دھونی دے رہا تھا۔ یہ چیزیں میرے لئے تو عجیب تھیں لیکن قبوری شریعت پر عمل پیرا بدعتیوں کی گھٹی میں پڑی تھیں۔

شاہ نیاز احمد حضرت مولانا فخر الدین عرف فخر جہاں کے خلیفہ تھے۔ یہ دونوں بزرگ علی الاعلان تفضیلی عقیدے کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اس عقیدے میں شاہ نیاز احمد کے غلو کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک بار ایک شخص ان سے ملنے گیا۔ اس کے پاس ازالۃ الخفاء کا ایک نسخہ تھا۔ جو اس نے کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا شاہ صاحب نے باتوں باتوں میں اس سے کہا "مجھے خوارج کی بُو آرہی ہے سچ سچ بتاؤ اس کپڑے میں کیا چھپا رکھا ہے؟" اس شخص نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا کہ اس کے پاس ازالۃ الخفاء ہے۔

شاہ صاحب شعر و سخن کے قدردان اور سماع کے دلدادہ تھے۔ ان کے انتقال کے بارے میں یہ روایت زبان زدِ خلائق ہے کہ ایک بار ان کی خانقاہ میں سماع ہو رہی تھی۔ قوال نے جونہی یہ مصرع اٹھایا:۔

سجدہ گاہِ عاشقاں میان دو ابروئے علیؓ

تو حضرت چونک پڑے اور قوال سے کہنے لگے۔ "میاں کیا کہا، پھر سے کہنا"

اس نے دو تین بار یہ مصرع دہرایا تو حضرت بھی اس کے ساتھ اس مصرع کی تکرار کرنے لگے اور اسی حالت میں ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ نیاز احمد نے تصوف کے مسائل کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے اشعار میں سمویا ہے ان کا یہ شعر تو دل میں رکھ لینے کے لائق ہے ؎

بُوالہوس پاؤں نہ رکھیو کبھی اس راہ کے بیچ
کوچۂ عشق ہے یہ ، رہگذرِ عام نہیں

خانقاہ نیازیہ سے میں بریلی ہوٹل آیا اور اگلے روز بدایوں روانہ ہوا۔ بریلی سے بدایوں تک بس کا پونے دو گھنٹے کا سفر ہے۔ مقامی لوگ بدایوں کو مدینۃ الاولیاء کہتے ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ وہیں کے رہنے والے تھے۔ ان کے نانا اور دادا ماوراء النہر سے آکر لاہور آباد ہوئے اور بعد ازاں بدایوں چلے گئے۔

سلطنت دہلی کے آغاز میں بدایوں کا ماحول بڑا پاکیزہ تھا۔ اس لئے خلوت پسند اور سکون کے متلاشی بزرگ اور اہل قلم دہلی کی بجائے بدایوں کی سکونت کو ترجیح دیتے تھے۔ حضرت جلال الدین تبریزیؒ نے بھی آسام جانے سے پہلے کچھ وقت وہاں گذارا تھا۔ اس دور میں ضیا نخشبی نام کے ایک مصنف نے بدایوں میں بڑا نام پایا تھا۔ سلطان شمس الدین التمش نے تخت نشین ہونے سے پہلے کئی سال بدایوں میں بحیثیت گورنر گذارے تھے۔

شہر میں داخل ہوتے ہی محلہ جواہر پوری میں نواب اخلاص خان کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے۔ اس عمارت کے اندر جو بارہ دری کی طرز پر بنی ہوئی ہے، پانچ قبریں ہیں جن میں سے درمیانی قبر نواب موصوف کی ہے۔ مقبرے کے چاروں کونوں پر برجیاں بنی ہوئی ہیں۔ اور درمیان میں ایک شاندار گنبد بنا ہوا ہے۔ مقبرے کی اندرونی سقف پر نقش و نگار بنے ہوتے ہیں۔ دیواروں پر خط نستعلیق میں عبارتیں درج ہیں جو اب پڑھی نہیں جاتیں۔ مقبرے سے جانب مغرب ایک مسجد ہے جس کی دیواروں پر منقش ٹائلیں لگی ہوئی ہیں۔

جواہر پوری کے کھیتوں میں جا بجا ٹوٹی پھوٹی عمارتوں کے کھنڈر نظر آتے ہیں۔ بدایوں کی شہر پناہ کے آثار بھی کئی جگہ موجود ہیں۔ ان کھنڈرات کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کسی زمانے میں بدایوں واقعی ایک عظیم شہر ہوگا۔

مولوی ٹولہ نامی محلے میں شمس الدین التمش کی بنوائی ہوئی ایک وسیع و عریض مسجد ہے جو اپنے بانی کے نام کی مناسبت سے شمسی مسجد کہلاتی ہے۔ اس مسجد کی دیواریں کئی قدم چوڑی ہیں اس لئے گرمیوں کے موسم میں بھی دالان سرد رہتا ہے۔ مسجد کی دیواروں پر خطِ کوفی میں لکھی ہوئی عبارتیں موجود ہیں۔ جنہیں پڑھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔

ایک کتبے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اکبر کے عہد میں قطب الدین خان نے اور پھر جہانگیر کے عہد میں ابراہیم خان نے اس مسجد کی مرمت کرائی تھی۔ میں نے ایک کتبے کی عبارت یوں پڑھی ہے۔

" در عہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی ۱۰۱۳ ہزار و سیزدہ بنا کرد این مسجد قطب الدین خان چشتی شرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ کوکہ خوبو ابو المظفر سلطان سلیم شاہ غازی ابن جلال الدین محمد اکبر بادشاہ باہتمام نواب ابراہیم ولد خان مذکور میر عمارت عبد الملک ۔

اسی طرح ایک کتبے پر تین شعر کندہ ہیں جو میں نے یوں پڑھے ہیں ۔

بنائی خان قطب الدین مرحوم　　بشدہ محکم بحکم خان کشور

بقصد شیخ فیض اللہ چشتی　　چو شد اتمام با صد زینت و فر

پئے تاریخ او گفتم سر درا　　زجان گو خالصتاً اللہ اکبر

یہ مسجد دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں اسے نہ دیکھتا تو عہد سلطنت کی ایک اہم اور قابل دید عمارت میری نظروں سے اوجھل رہتی۔ اس مسجد کا شمار پاک و ہند کی قدیم ترین مساجد میں ہوتا ہے۔

بدایوں کے ایک بازار میں دور سے پیلے رنگ کی ایک خوبصورت عمارت نظر آتی ہے جس کے صدر دروازے پر گھنٹہ گھر بنا ہوا ہے ۔ یہ مدرسہ شمس العلوم کی عمارت ہے ۔ بدایوں جاکر معلوم ہوا کہ جس طرح بریلوی ایک مکتب فکر کا نام ہے اسی طرح بدایونی بھی باقاعدہ ایک مکتب فکر ہے ۔ ان دونوں مذاہب میں کیا فرق ہے یہ تو کوئی بریلوی یا بدایونی ہی بتا سکتا ہے ۔ سنا ہے کہ آزادی سے قبل عبد الحامد بدایونی اسی مدرسے سے وابستہ تھے ۔

بدایوں میں حضرت سلطان التارکین حمید الدین ناگوری کے ایک مرید سلطان العارفین شمس الدین کا مزار مرجع خلائق ہے ۔ یہ بزرگ وہاں بڑی سرکار کے نام سے معروف ہیں ۔ اسی طرح ایک درگاہ چھوٹی سرکار کے نام سے موسوم ہے ۔ بدایوں میں ایک مقبرہ پہلوان کے مقبرے کے نام سے مشہور ہے ۔ اس کے قریب ہی ایک مقبرہ ہے جسے "چینی کا روضہ" کہتے ہیں ۔ اس میں بھی کوئی اللہ کا بندہ محو خواب ابدی ہے ۔ اس بزرگ کی قبر ایک تہ خانے میں ہے اور تہ خانے سے ایک سرنگ ایک کنوئیں میں جا نکلتی ہے ۔ یہ سرنگ غالباً تہ خانے کو سرد رکھنے کے لئے بنائی گئی ہے

بدایوں اگرچہ ضلع کا صدر مقام ہے لیکن بے رونق شہر ہے ۔ آزادی کے بعد وہاں کے مسلم باشندے یا تو پاکستان منتقل ہو گئے یا تلاش معاش میں بدایوں سے باہر چلے گئے ۔ اس شہر کا محل وقوع بھی ایسا ہے کہ وہاں پہنچنے کے لئے بڑا تردد کرنا پڑتا ہے ۔

بدایوں کی سیر کر کے میں بریلی واپس آیا اور ہوٹل سے اپنا سامان اٹھا کر شاہجہانپور روانہ ہوا ۔ وہاں میرے ایک دوست پروفیسر قاری محمد بشیر الدین پنڈت رہتے ہیں ۔ ان کے ساتھ میرے ۱۹۵۴ء سے دوستانہ مراسم ہیں ۔ میں دو بار شاہجہان پور جا کر ان سے مل چکا ہوں اور ایک بار علی گڑھ میں بھی ان سے ملاقات ہو چکی ہے موصوف بھی دو بار پاکستان تشریف لا چکے ہیں ۔

قاری صاحب سنسکرت زبان کے عالم ہیں اور اسی وجہ سے پنڈت کہلاتے ہیں ۔ موصوف مولداً اور مذہباً "بدایونی"

© rasailojaraid.com

ہیں۔ ان کی کئی کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں جن میں "رسولِ شاہد و مشہود" اور "تاریخ ہندی قرونِ وسطیٰ" خاص طور پر مشہور ہیں۔ انہوں نے بابا نانک کے بارے میں ایک کتابچہ تحریر کیا ہے۔ اور اس میں ان کا نام عبدالمجید نانک لکھ کر انہیں مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ میری ذاتی لائبریری میں پنڈت جی کی کتابیں ان کے دستخطوں کے ساتھ موجود ہیں۔

میں نے شاہجہان پور میں ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک ہوٹل میں قیام کیا اور قاری صاحب سے ملنے گیا مغرب کی نماز کے بعد میں ان کے ہاں پہنچا اور بڑی دیر تک ان کے پاس بیٹھا رہا۔ اس سے پچھلے سفر میں انہوں نے مجھے سلاطین شرقی کے چند سکے تحفۃً دیئے تھے جو میرے ذخیرۂ مسکوکات میں محفوظ ہیں۔ قاری صاحب کے بچے بھی مجھ سے مانوس ہو چکے ہیں۔ اور ان کا ایک فرزند ظہیر الدین گورنمنٹ عائشہ باوانی کالج میں لیکچرار ہے۔

شاہجہانپور پٹھانوں کی بستی ہے اور کھنّوت اور گرّا نام کی دو ندیوں کے درمیان واقع ہے۔ اس شہر کی خاک سے کئی نامور عالم اور شاعر اٹھے ہیں۔ قاری صاحب کے علاوہ وہاں میرا کوئی واقف نہ تھا اور میں صرف ان سے ملنے ہی گیا تھا اس لئے رات کے پچھلے پہر میں شاہجہان پور سے روانہ ہوا اور صبح دس بجے کے قریب لکھنؤ پہنچ گیا۔ لکھنؤ کا سفرنامہ میں البلاغ میں طبع کرا چکا ہوں اس لئے اس کا اعادہ لاحاصل ہے۔ لکھنؤ میں تین دن قیام کے بعد میں کانپور چلا گیا اگلی قسط ان شاء اللہ کانپور اور گنج مراد آباد کے بارے میں ہوگی +

قومی اسمبلی میں

اسلام کا معرکہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی سرگرمیاں

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب (اقبال)

قومی اسمبلی میں جمہوری قومی و ملی مسائل پر قراردادیں، مباحثات۔ پارلیمنٹ میں موجود سیاسی پارٹیوں کا موقف، حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا اسلامی و ملی مسائل کے بارہ میں رویہ، شیخ الحدیث کی تقاریر۔ اور ان کی قراردادوں پر ارکان اسمبلی کا ردعمل — آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد پر کیا گذری، تحاریک التوا، سوالات اور جوابات، مسودہ دستور میں ترمیمات اور تشریحی تقریریں۔

★ سیاستدانوں کے منشور اور انتخابی وعدے کردار کی کسوٹی پہ۔
★ ایک اہم سیاسی دستاویز۔
★ ایک آئینہ اور ایک اعمالنامہ
★ ایک ایسی رپورٹ جو اسمبلی کے شائع کردہ سرکاری رپورٹ کے حوالوں سے بھی مستند ہے۔
★ پاکستان کے مرحلہ آئین سازی کی ایک تاریخی داستان اور ایک ایسی کتاب جس سے وکلاء، سیاستدان بھی اور اسلامی سیاست میں منہمک افراد و جماعتیں بھی بے نیاز نہیں ہو سکتیں۔
★ ایک ایسی کتاب جو جہادِ حق اور غلبۂ اسلام کے علمبردار علماء کیلئے حجت و برہان بھی ہے۔ اور مستقبل میں اسلامی جدوجہد میں رہنما بھی — کتاب شائع ہو چکی ہے اور ترسیل جاری ہے۔

عمدہ کتابت و طباعت حسین سرورق، قیمت پندرہ روپے، صفحات ۴۰۰

مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک (پشاور)

مؤتمر المصنفین کی ایک تازہ تاریخی پیشکش

قادیان سے اسرائیل تک

تالیف و اشاعت ——— مؤتمر المصنفین

"قادیانیت مذہب سے زیادہ ایک اسلام دشمن سامراجی سیاسی تنظیم ہے، برطانوی سامراج اور یہودی صیہونیت نے اس سیاسی تحریک کو عالم اسلام کے خلاف کیسے کیسے استعمال کیا؟ اسرائیل کے قیام میں اس کا کردار کیا تھا؟ ایسے تمام مخفی گوشوں کا پہلی بار جامع، مستند اور مدلل انداز میں تحقیقی جائزہ"

کتاب کے تیرہ ابواب کی ایک جھلک ہر باب کئی ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے

۱۔ سیاسی تحریک مذہبی بہروپ ۵۔ سیاسیات دورِ ثانی ۹۔ عالمی استعمار کے گماشتے
۲۔ یہودی مسیح موعود ۶۔ مرزا محمود کی لندن یاترا ۱۰۔ جنگ عظیم اور قادیانی تحریک
۳۔ سامراجی صیہونی آلہ کار ۷۔ لندن منصوبے کی تکمیل ۱۱۔ تحریک پاکستان اور قادیان
۴۔ حکیم نور الدین کا دور ۸۔ نئے مبلغ نئے فتنے ۱۲۔ اقوام متحدہ اور مسئلہ فلسطین
۱۳۔ یہودی ریاست کے سائے میں

بلاشبہ اس موضوع پر پہلی ایسی مستند اور محققانہ کتاب

جسے لکھنے میں

صدہا قادیانی غیر قادیانی اور یورپی مآخذ کو کھنگالا گیا ہے۔

آج ہی طلب فرمائیں — تبلیغ کے لئے ۱۰ نسخے طلب کرنے والوں کو ۳۳ فی صد رعایت۔

قیمت: ۲۵/- روپے، صفحات: ۲۲۴، کاغذ: عمدہ، طباعت: ونڈالک/آفسٹ، ٹائٹل جدید طرز

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ بلیغ الدین

بہ تعظیمِ اللہ

ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ مدینے کے کوچہ و بازار میں ایک نعرہ گونجا — یا صباحاہ! کوئی مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ بستی جاگ پڑی۔ کچھ لوگ بھاگم بھاگ وہاں پہنچے۔ جہاں سے آواز سنی گئی تھی۔ لیکن وہاں ریت پر قدموں کے گہرے گہرے نشان تھے اور بس۔

پہچاننے والے پہچان گئے یہ کوئی اور نہیں سلمہ بن اکوع رضہ ہوں گے۔ مدینہ کیا عرب میں دور دور تک حضرت سلمہ رضہ کی شہرت تھی۔ سچ مچ برق تھے، چھلاوہ تھے۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کبھی مقابلہ ہوتا تو تیز رفتار گھوڑے اُن کے ساتھ دوڑائے جاتے پھر بھی یہ ہاتھ نہ آتے۔

فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوازن اور ثقیف سے لڑنے نکلے تھے۔ راستے میں ایک جگہ لشکرِ اسلام نے پڑاؤ کیا۔ دس ہزار سے اونچا لشکر تھا۔ یہاں سے وہاں تک لوگ ہی لوگ ہی تھے۔ ایک دریا تھا کہ پھیلا ہوا تھا ایک طرف ہل چل ہوتی تو دوسری طرف خبر بھی نہ ہوتی۔ ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا ایک طرف ہو بیٹھا مسافر سمجھ کر اللہ کے سپاہیوں نے تواضع کی۔ صبح صبح کا وقت تھا۔ اُس نے مل کر سب کے ساتھ ناشتہ کیا۔ گھوم پھر کر ادھر ادھر دیکھا۔ سارے لشکر کا جائزہ لیا۔ ساز و سامان بھانپا۔ فوج کے اتارے کا رُخ دیکھا اور پھر یہ جا وہ جا۔ اب جو وہ اس تیزی سے نکل بھاگا تو کچھ مسلمان سوچ میں پڑ گئے۔ کسی نے کہا — یہ تو جاسوس تھا! دشمن کا مخبر! یہ تو بہت برا ہوا۔ کہ ہم نے اسے لشکر میں گھومنے پھرنے دیا۔ یہ بات جنگل کی آگ کی طرح دیکھتے ہی دیکھتے سارے لشکر میں پھیل گئی۔ ایک مجاہد نے کہا۔ وہ کون تھا کیا تھا؟ یہ سوچنے کا وقت نہیں کسی طرح اسے پکڑ لانا چاہیے۔ اُس کے پیچھے نکلا۔ لوگوں نے کہا — اب بھلا وہ تمہیں کیا ملے گا؟ ایک تو اتنی دیر ہو گئی۔ پھر اُس کا اونٹ تازہ دم تھا خوب بھاگنے والا۔ اب وہ کہاں مل سکتا ہے؟ حضرت سلمہؓ بن اکوع بھی وہیں تھے۔ ان کے کان میں بھی بھنک پڑی۔ دم لینے کا وقت نہیں تھا۔ تیر کی طرح نکلے۔ راستے میں وہ مجاہد بھی ملا جو دشمن کا پیچھا کر رہا تھا۔ رکنے کا وقت نہ تھا نہ بات کرنے کا موقع۔ یہ اسے پیچھے چھوڑ ہوا کے جھکڑ کی طرح آگے نکل گئے۔ میلوں کی دوڑ تھی۔ کوئی پتہ نہ تھا کہ دشمن کہاں تک جا چکا ہے۔ آخر حدِ نظر پر انہیں گرد اڑتی نظر آئی۔ ضرور کوئی شتر سوار جا رہا تھا۔ ریت زیادہ تھی۔ پیر دھنستے جا رہے تھے۔ لیکن سلمہؓ تو اس زمین پر دوڑنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں مشاق تھے۔ جس کی تلاش میں نکلے تھے وہ نظر آیا۔ تو اور بھی سرپٹ ہو گئے آخر اسے جا پکڑا۔ وہ بھی بلا کا چوکنا پتوں کے کھڑکنے پر بھی کان لگائے ہوئے تھا۔ سمجھتا تھا کہ ضرور پیچھا ہو گا اس لئے بگٹٹ جا رہا تھا یہ اس کے لئے زندگی اور موت کی دوڑ تھی۔ اُس نے جو دیکھا کوئی دیوانہ وار اس کی طرف اڑا چلا آرہا ہے۔ سمجھ گیا کہ موت کا پروانہ ہے۔ اس نے اپنی سواری کو اور بھی تیز کر دیا۔ دشمن پیچھا کر رہا تھا لیکن سوار کو ڈھارس تھی کہ وہ پا پیادہ ہے اور خود شتر سوار، دونوں کا کوئی مقابلہ نہیں۔ اس نے سوچا تھوڑی دیر میں پیچھا کرنے والا آپ ہی تھک کر رہ جائے گا۔ لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ پیچھا کرنے والا برق پا رہوار سے بھی بڑھ کر ہے۔ حضرت سلمہؓ نے آخر اسے جا لیا۔ اونٹ کے آگے نکل گئے۔ راستہ روکا۔ اونٹ کو گھیرا۔ تلوار سونتی چھلاوہ تھے کہ اُڑ کر دشمن پر گرے اور ایک ہی وار میں اس دشمن دین کا کام تمام کر دیا۔

مسلمان اپنے پڑاؤ پر انتظار کر رہے تھے۔ بارگاہ ختمی مرتبتؐ میں بھی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ سلمہؓ بن اکوع پیچھا کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ دشمن کا کیا حشر ہو گا۔

وقت گزرا، مسلمان انتظار میں بیٹھے رہے پھر انہوں نے دیکھا دُور کوئی اونٹ پر سوار ان کی طرف آ رہا ہے سبھی سراپا انتظار تھے۔ اتنے میں سلمہؓ بن اکوع آ پہنچے۔ بتایا، دشمن تو دوزخ سدھارا۔ یہ اُس کا ساز و سامان میں لے آیا ہوں۔ فوراً خدمت نبویؐ میں اطلاع گزرانی گئی۔ آپؐ نے فرمایا ـــــ یہ غنیمت سلمہؓ ہی کا حق ہے وہی لے لیں!

حضرت سلمہؓ بہادر تو تھے ہی لیکن دوڑنے میں واقعی کوئی ان کی گرد کو نہ پہنچتا تھا۔ وہ چودہ لڑائیوں میں شریک رہے۔ اُن میں سات غزوات تھے۔ دوسری روایت میں ہے سولہ لڑائیوں میں شامل ہوئے اصابہ میں ہے ۷۴ ہجری میں مدینے میں حضرت سلمہؓ بن اکوع نے انتقال کیا۔ وہ جو صبح ہی صبح یا صباحاہ کا نعرہ بلند کر کے کوئی مدد کے لیے چلّا رہا تھا وہ سلمہؓ بن اکوع ہی تھے۔ جہاں اُن کے پیروں کے نشان تھے۔ اس سے ذرا دور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ایک ملازم کھڑا تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کیا معاملہ ہے؟

اس نے بتایا بنو غطفان کے کچھ لٹیرے آئے تھے۔ عرب میں بنو غطفان اپنی ڈاکہ زنی کے لئے مشہور تھے۔ اُنہوں نے ذی قرد کی چراگاہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اونٹ پکڑ لئے اور چلتے بنے۔ مدینے کی چراگاہوں پر بار بار حملے ہو رہے تھے۔ حضور اکرمؐ نے مناسب سمجھا کہ ان غطفانی ڈاکوؤں کا پیچھا کیا جائے۔ یہ چہار شنبے کا دن ربیع الاول کی چار تاریخ اور ہجرت کا چھٹا سال تھا۔

ادھر مسلمان لٹیروں کا پیچھا کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ اُدھر تن تنہا اسلام کا جیالا فرزند سلمہؓ

© rasailojaraid.com

بن اکوع دشمنوں کے پاس پہنچ گیا۔ خیبر کی سڑک پر ایک جگہ لٹیرے پانی کے ایک کنوئیں کے پاس رُکے ہوئے تھے اور جانوروں کو پانی پلا رہے تھے کہ ایک طرف سے آواز گونجی۔

میں اکوع کا بیٹا ہوں ۔ آج کا دن سخت جنگ کا دن ہے۔

غطفانیوں نے پلٹ کر دیکھا، ایک شیر دل مجاہد تیر جوڑے کمان تولے للکار رہا تھا۔ حضورِ اکرمؐ مجاہدوں کو لے کر نکلے تو مدینے سے تھوڑی دور پر ملاحظہ فرمایا کہ آگے آگے بہت سے اونٹ ہیں اور پیچھے پیچھے ایک آدمی انہیں ہانکتا مدینے کی طرف چلا آرہا ہے۔ آپؐ رک گئے۔ اونٹوں کا گلہ پاس آیا تو معلوم ہوا اپنے ہی اونٹ ہیں۔ اتنے میں حضرت سلمہؓ بھی آ گئے۔ اور چادروں کا ایک ڈھیر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے رکھ دیا۔ آپؐ نے پوچھا ۔ یہ کیا ہے؟ تو عرض کیا ۔ یا رسول اللہ! تیر پر تیر چلا کر میں نے دشمن کو بھگا دیا ۔ تیروں کی بارش نے انہیں ایسا بدحواس کیا کہ یہ لٹیرے اپنی چادریں تک چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں انہیں سمیٹ کر اٹھا لایا ہوں۔

کل تیس چادریں تھیں اتنے سارے آدمیوں سے یکا و تنہا ابن اکوع نے مردانہ وار مقابلہ کیا تھا۔ وہ بھی پیشہ ور ڈاکوؤں سے۔ سب نے بے اختیار ان کی تعریف کی۔ اتنے میں سلمہؓ نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔ چلیے پیچھا کریں وہ لوگ مل جائیں گے۔

ارشاد ہوا ۔ اکوع کے بیٹے! تم نے دشمن پر قابو پا لیا ۔ اب انہیں معاف کر دو ۔ یہ رحمتِ عالم کا شیوۂ خاص تھا۔

ارشادِ نبویؐ کے مطابق مسلمان ۔ مدینے کو لوٹ گئے۔ بہادر جو پیدل ہی دشمن کے مقابلے پر نکل کھڑا ہوا تھا، اب اس کی بہادری کا صلہ ملا۔ مجاہد مدینے لوٹے تو مسلمان استقبال کے لیے گھروں سے نکل آئے۔ دیکھا حضورِ اکرمؐ نے بہادر کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھا رکھا ہے ؎

یہ تعظیم اللہ اللہ اس صنم کی
جھکی پڑتی ہیں محرابیں حرم کی

مؤتمر المصنفین کی پہلی پیش کش
دعواتِ حق (جلد اوّل)
از شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی
خطبات و مواعظ اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ علم و حکمت کا گنجینہ جسے ہر لحاظ سے قومی و ملی پریس سراہا اور اہل علم خطبا اور تعلیم یافتہ طبقے نے ہاتھوں ہاتھ لیا دین و شریعت اخلاق و معاشرت علم و عمل عروج و زوال نبوت و رسالت شریعت و طریقت کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے عام فہم اور دردو سوز میں ڈوبے ہوئے دلنشیں انداز میں گفتگو نہ کی ہے ۔ دلوں کو گرما دینے والی اور ایمانی و اصلاحی انقلاب پیدا کرنے والی ایمان افروز کتاب ۔ عمدہ کتابت و طباعت، بہترین جلد، صفحات ۶۴۵، قیمت / ۵۰
* مؤتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

مؤتمر المصنفین کی دوسری پیش کش
اسلام اور عصرِ حاضر
از قلم: مولانا سمیع الحق مدیر الحق
عصرِ حاضر کی تمدنی، معاشرتی، معاشی، سائنسی، اخلاقی، آئینی اور تعلیمی مسائل میں اسلام کا موقف موجودہ دور کے علمی و دینی فتنوں اور فرق باطلہ کا بھرپور تعاقب نئے دور کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا جواب ایڈیٹر الحق کے بے باک قلم سے مغربی تہذیب و تمدن اور عالم اسلام پر اس کے اثرات کا تحلیل و تجزیہ الغرض بیسویں صدی کے کارزارِ حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک۔ یہ کتاب آپ کو ایمانی حمیت اور اسلامی غیرت سے سرشار کرے گی اور سینکڑوں مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر سے آپ کی رہنمائی کرے گی۔ صفحات ۴۶۴، ستر ابواب، سینکڑوں عنوانات، بہترین کتابت و طباعت، سنہری ڈائی دار جلد، قیمت /۳۵
مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور پاکستان